لکھنؤ کا ذوقِ شعری

(۴۵)

بسلسلہ ظلمتکدۂ سراج

(۱)

جام جہاں نما کے گذشتہ پرچوں میں ناچیز نے جناب سراج لکھنوی کے کلام سے بحث کرتے ہوئے کچھ اعتراضات کئے تھے اور جناب موصوف کو مخاطب کرکے جواب کی استدعا کی تھی، ایک شخص جو صاحب قلم و نقاد ہو اُسکے لئے جواب لکھنا کوئی اہم بات نہ تھی، مجھے خیال تھا کہ جناب سراج میری گذارش پر غور کرینگے اور مجھے مطمئن ہونے کا موقع دینگے، لیکن باوجود کافی وقت گذر جانے کے بھی خاموشی رہی، اِس خاموشی نے ثابت کردیا کہ موصوف کو اعتراضات تسلیم ہیں یا وہ اعتراضات کا جواب تحریر کرنے سے معذور رہیں۔

بمصر ماہ اپریل و مئی میں جناب محترم حکیم آشفتہ صاحب نے اعتراضات کا جواب دیا ہے، مجھے اس سے بحث نہیں کہ انھوں نے کیا تحریر کیا اور وہ کہاں تک صحیح یا غلط ہے افسوس کہ میں اس جواب سے مطمئن نہیں ہوسکتا۔ آشفتہ صاحب نے یہ زحمت کیوں گوارا کی، اسکے اسباب و علل پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ انکا جواب کہاں تک وقیع ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آشفتہ صاحب و سراج صاحب ایک ہی پارٹی کے رکن، اور معاصرانہ تعلقات کے علاوہ دوستانہ تعلقات بھی رکھتے ہیں۔ معاصرانہ تعلقات کا لحاظ رکھتے ہوئے اگر میرے اعتراضات کا جواب دیا جاتا تو میں آشفتہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ان کے خیالات کی داد دیتا، میں دیکھتا ہوں کہ آشفتہ صاحب کے مضمون میں تمام و کمال دوستانہ تعلقات سے کام لیا گیا ہے، ان کا تمام مضمون جو مبصر کے دو مسلسل نمبروں میں شائع ہوا ہے، جذبۂ وفاداری کا علمبردار ہے، ایسا مضمون جو دوستانہ تعلقات کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھا گیا ہو کبھی لائق اعتنا نہیں ہوسکتا، میں حکیم صاحب کو ان کی اس سعی نامشکور کے لئے مبارکباد دیتا ہوں، انھوں نے حق دوستی ادا کرنے میں نہایت فراخ حوصلگی سے کام لیا ہے سراج صاحب کو ان کا مشکور ہونا چاہیے۔

اعتراضات سے میرا مقصد صرف یہ تھا کہ میں جناب سراج کی قابلیت کا اعتراف کرنے سے پہلے ذرا دیکھ تو لوں کہ وہ کیا ہیں؟ یہ چیلنج میرے مضمون میں موجود ہے، باوجود ایسے چیلنج کے بھی سراج صاحب نے خاموشی اختیار کی۔

خاموشی کیوں اختیار کیگئی۔

سب سے آسان اور سہل جواب یہی ہو سکتا ہے کہ موصوف نے ناچیز کو مخاطب صحیح تسلیم نہیں کیا؟ اگر یہ مان لیا جائے تو جناب سراج کی خاموشی حق بجانب ثابت ہوسکتی ہے میں یہ کہنے کی جرارت کرونگا کہ اگر میں مخاطبہ کے قابل نہ تھا تو جناب آشفتہ نے کیوں اتنی زحمت گوارا کرکے مبصر کے صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے، جناب سراج حکیم صاحب کی وقعت و عظمت سے انکار نہیں کرسکتے۔ حکیم صاحب ان کی پارٹی کے ایک سربرآوردہ رکن و شاعرانہ حیثیت سے جناب سراج سے یقیناً ممتاز ہیں جب حکیم صاحب نے مجھکو مخاطب صحیح تسلیم کرلیا تو میں یہ سمجھنے کے لئے مجبور ہوں کہ جناب سراج کا بھی مخاطب صحیح ہوسکتا ہوں، مخاطبہ کا فیصلہ ہوگیا، اور جب مخاطبہ کا فیصلہ ہوگیا تو اس خاموشی کے لئے کوئی عذر لنگ باقی نہیں رہتا، مبصر کی دو اشاعتوں میں جو کچھ آشفتہ صاحب نے تحریر فرمایا اسکے متعلق مجھے دریافت کرنا ہے کہ یہ جوابات جناب سراج کی نظروں میں کیا اہمیت رکھتے ہیں، ان کو ان جوابات سے تمام و کمال اتفاق ہے یا انحراف بھی، اگر یہ مضمون جناب سراج نے خود تحریر کرکے آشفتہ صاحب کے نام سے شائع کرادیا ہے

تو خیر ورنہ ان کا تمام وکمال متفق ہونا قرین قیاس نہیں جب تمام وکمال متفق ہونا قرین قیاس نہیں تو میں اس مضمون کو جناب سراج کا جواب تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

میں نے اپنے مضمون میں خاص طور سے جناب سراج کو مخاطب کیا ہے! ایسی صورت میں جب مجھے مخاطب صحیح تسلیم نہ کرنے کا بہانہ بھی مفقود ہے، موصوف کو خود جواب لکھنے کی ضرورت تھی، میرے مضمون کا کوئی جواب جناب سراج کی طرف سے شائع نہیں ہوا اس لئے میں باور کرنے کے لئے مجبور ہوں کہ جناب سراج کو میرے اعتراضات تسلیم ہیں"

رہی یہ صورت کہ آشفتہ صاحب نے میرے مضمون کا جواب سراج صاحب کی رائے سے لکھا ہے، یہ نہ کہیں ضبط تحریر میں آیا ہے اور نہ خیال ہو سکتا ہے، اسیطرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جناب سراج نے جواب تو خود تحریر کیا ہو مگر اسکی اشاعت آشفتہ صاحب کے نام سے ہوئی ہو، غرض کوئی صورت ایسی نہیں جو آشفتہ صاحب کے مضمون کو جناب سراج کا مضمون ثابت کر سکے، میں نے آشفتہ صاحب کو اپنا مخاطب قرار نہیں دیا بلکہ جناب سراج کو مخاطب قرار دیا ہے۔ آشفتہ صاحب کا تمامی اجتہاد میرے نزدیک بیکار ہے۔

میں یہ بھی ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حکیم صاحب کے جوابات وہی ہیں جو سراج صاحب کے ہو سکتے تھے، اگر ایسا ہے تو میں کہونگا کہ سراج صاحب اپنی شاعری کے متعلق آشفتہ صاحب کے نام مختار نامہ لکھدیں۔

جام جہاں نما کی گذشتہ اشاعت میں ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ احتشام صاحب دوبارہ نبکی میدان میں تشریف لانے والے ہیں۔ مجھے بیساختہ ان چالوں پر ہنسی آتی ہے۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است ‌ ‌ ‌ ‌ رفتن بہ پائے مردی ہمسایہ در بہشت

میں ایسے تمام پشت پناہ حضرات کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ بلا وجہ زحمت گوارا کر رہے ہیں، جناب سراج کو خود سامنے آنے دیجئے، ارباب نظر ان کے جوابات تو ملاحظہ کر لیں، اس کے بعد آپ کو اختیار ہے جانبداریا حکم بنگر جو چاہے لکھئے، "پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند" سے تو کام چلتا نظر نہیں آتا۔

سحر بلگرامی

میں نے اعلان کیا تھا کہ انشاء اللہ برابر جناب سراج کے افکار کو بے نقاب کرتا رہونگا۔ لیکن لکھنؤ کے چند حضرات نے اس "ادبی تنازعہ" کو بند کرنے کے لئے زور دیا حالانکہ یہ "تنازعہ" نہ تھا، حکیم آشفتہ صاحب نے انہیں اثرات سے متاثر ہو کر جگر صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے دبے الفاظ میں مبصر میں شعرائے بیرونجات کو محبت کا پیام بھی دیا تھا میں نے مصلح حضرات کا لحاظ کرتے ہوئے اس سلسلہ کو بند کر دینا چاہا تھا لیکن اب مجبور ہوں۔ اور ان "صلح جو" حضرات سے اپنی جرات کی معافی چاہتا ہوں شکریہ ہے۔ نقض عہد کا الزام مجھپر صادق نہیں آتا۔

سحر بلگرامی

(۲)

عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ جب کبھی کسی شاعر یا ادیب پر اوسکی لغزشوں کا اسطرح اظہار کیا جاتا ہے جس سے اوسکی قابلیت اور شخصیت کا پردہ فاش ہو تو بجائے اس کے کہ وہ اصلاح پذیر ہو کر اعتراف معائب کرے اور نقاد یا مصلح کا شکریہ بخلوص ادا کرے یا تو خود دست بدست جنگ کی ٹھہرا دیتا ہے اور اگر اپنے میں اتنی قابلیت یا طاقت نہیں دیکھتا کہ حریف سے عہدہ برآ ہو سکے تو صدائے احتجاج بلند کر کے اپنے حواشی۔ یا شاگرد پیشہ۔ احباب وغیرہ کی جماعت کو حریف کے مقابل کھڑا کر دیتا ہے اسطرح اپنی جان بچا کر گھر بیٹھے تماشا دیکھتا ہے۔ اور اسی کو وہ اپنی ساری مردانگی اور قابلیت سمجھتا ہے۔ لکھنوی وغیر لکھنوی کے مباحثہ میں جب مرزا آخر لکھنوی پر معترضین نے حملے کئے تو جناب سراج نیر تھے اور اونکی حسنی ونفظی تائید میں اپنی نجات کا راز سمجھتے تھے اسیطرح سراج صاحب حکیم آشفتہ۔ قدیر۔ ناطق۔ وغیرہ جملہ حضرات لکھنو

کے ادبی ٹھیکہ دار بنکر تنہا جوابدہ بنے ظاہر ہے کہ ایک فرد واحد ہزاروں اعتراضات کا جواب دہ کیونکر ہو سکتا ہے ۔ خدائی فوجدار بنکر یعنے دوسروں کے خیالات ۔ مضامین ۔ تراکیب وغیرہ کو سمجھنا اور سمجھکر سب کا کفارہ ادا کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور پھر ایسا شخص .... جو بذات خود ابھی اس قابل بھی نہو کہ اپنے کو سنبھال سکے وہ خدائی بھر کو کیا سنبھالے گا ۔ نتیجہ وہی ہوا جو ایسی ناعاقبت اندیشی اور طفلانہ حرکات میں رونما ہوتا رہتا ہے یعنی جناب سراج سخت ناکامی و بدنامی کے ساتھ پسپا ہوئے اعتراضات بدستور آج بھی اپنی جگہ پر قائم ہیں اور لاجواب ہونے کے مدعی ۔ چند رسائل کی سیہ باطنی اور جناب سراج نیز ناظرین رسائل کی تضیع اوقات کا افسوس ضرور باقی رہ گیا ۔

رسالہ جام جہاں نما میں جب سراج صاحب پر وقت تنگ ہوا اور سحر بلگرامی نے متعدد حملوں میں اونہیں بالکل کمر شکستہ کر دیا تو حسب قرارداد قدیم اونہوں نے اپنی خدمات کا بدلا اپنے حلقہ اثر سے چاہا ۔ کیونکہ یہ سمجھ چکے تھے کہ حریف مضبوط اور مخالفت و اصلاح استوار ہے ۔ خود ایک حرف کا بھی جواب نہیں دیسکتے نہ عائد کردہ اعتراضات اوٹھائے اوٹھ سکتے ہیں اسلئے اپنے قدیم یاران طریقت سے مدد چاہی ۔ اس آواز پر گو کسی ذمہ دار شخص نے لبیک نہیں کہا جس کے سراج صاحب متمنی تھے تاہم بعض تفریحی ارباب نے اونکی اشک شوئی ضرور کر دی ۔ پہلے جناب آشفتہ صاحب نے حق رفاقت ادا کیا یا اپنے اوس قرضہ کو چکایا جو منجانب سراج چودہری حامد حسین صاحب کی جوابدہی سے اونپر واجب تھا اور رسالہ مبصر کے دو مسلسل نمبروں میں جناب سحر صاحب کے اعتراضات کی بخیال خویش تردید فرمائی ۔ اور خوب ہی ہاتھ پاؤں پھیلا کر بحر معانی میں پیراکی فرمائی کیونکہ قلم کے ساتھ پرچہ بھی گھر کا تھا مضمون کے طویل ہونے کا کوئی خوف نہ تھا بجز فائدہ کے کہ اسی طرح ایک نمبر مرتب ہو جائیگا اوسکے بعد رسالہ دور آزاد نے اپنی بضاعت سے زیادہ سہارا دیا مگر غریب کی آواز ہی کتنی ۔ گومتی کے اسطرف کسی نے سنا بھی نہیں ۔ پھر ایک طولانی مضمون بارہ بنکی سے آیا جسکا تذکرہ گذشتہ جام جہاں نما کے مطالعات میں ہے ۔ اور جو اپنی طوالت کے باعث اوس مرتبہ نہ شائع ہو سکا ۔ شاید میرے اس مضمون کے ساتھ وہ بھی شائع ہو ۔ غرضکہ اوسمیں بھی وہی رونا ہوگا جو جناب آشفتہ نے رویا ہے ۔

سحر صاحب کے پیہم حملوں نے کچھ ایسا خائف اور مجروح کر دیا تھا کہ جناب سراج کو کسی مرہم پر اپنی صحت اور درستی کا یقین نہ آیا اور برابر علاج بدلتے رہے حتیٰ کہ حال میں ایک اور عمل جراحی لیا ہے ۔ رسالہ مبصر جون میں ایک مضمون سلیم الناطقی کے نام سے شائع ہوا ہے جسمیں سراج صاحب کے مرتبہ سے زائد سراج نوازی اور سحر اندازی کی گئی ہے ۔ نفس مضمون سے تو چنداں بحث نہیں نہ اعتراضات کو اعتراض مانتے ہوئے جواب دیا گیا ہے بلکہ "تم نے یہ کیوں کہا ہم یہ کہتے ہیں" پر مضمون کو بڑی آب و تاب کے ساتھ ختم کیا گیا ہے ۔ زیادہ تر حصہ سراج کے مناقب اور خرق عادات پر مشتمل ہے ۔ اوس کے بعد سحر بلگرامی کی منقصت اور خصومت کا اظہار آخر تک ہے کاش یہ آخری مرہم سراج صاحب کے زخموں کے ناسور بھر دے اور وہ اس سے ہمیشہ کے لئے مطمئن ہو جائیں اور رسالہ مبصر کا اعمالنامہ سراج صاحب کی رفاقت میں اس سے زیادہ سیاہ نہو جتنا کہ ابتک ہو چکا ہے ۔

میں اس طریق عمل اور جوابدہی کو صحیح معنوں میں جناب سراج کی شکست فاش سمجھتا ہوں اور سحر بلگرامی کی بلا شرکت غیرے فتح مبین ۔ جناب سراج یوں تو خدائی بھر کے ٹھیکیدار اور جوابدہ بنتے تھے مگر جب اپنے پر وقت پڑا تو دوسروں کے رحم پر اپنی نجات سمجھتے ہیں ایک حرف بھی معترض کے خلاف نہ لکھ سکے ۔ گو خاموش رہ کر .... اعتراضات تسلیم کئے ۔ مگر خودداری نے کیسے

منظور کیا کہ دوسروں کے سہارے پر ادبی زندگی بسر کیجائے۔

اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ جناب سراج کا مخاطب صحیح اس قابل نہ تھا جسکو وہ جواب دیتے تو میں عرض کرونگا کہ وہی معترض طرفداران سراج کا کیونکر مخاطب صحیح ہوگیا اور اس پردہ میں رہ کر اونہوں نے کیوں فائدہ اُٹھانا چاہا۔ اونکا فرض تھا کہ وہ اپنے طرفداروں کے مضامین شائع نہونے دیتے بلکہ اونکو روک دیتے کہ جب وہ ہمارا صحیح مخاطب نہیں تو آپ اپنا بھی مخاطب اوسکو نہ بنائیں۔

مگر کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ سحر بلگرامی کے اعتراضات لغو اور مہمل ہیں۔ نیز سحر ہمارا مخاطب صحیح نہیں مگر جذبۂ انتقام کا یہ حال دیٹری چوٹی کا زور لگا کر جواب کا شوق پورا کیا جاتا ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

ہم نے مانا کہ غیر ذمہ دار افراد محض اپنی شہرت و نمود کے واسطے اور اہل قلم میں خواہ مخواہ شامل کئے جانے کی ناکام تمنا میں سراج کی موافقت میں مضامین بلا اذن سراج لکھ لکھ کر روانہ کر رہے ہیں اور جناب سراج صاحب اونکو صحف سماوی سمجھکر ہدایت حاصل کر رہے ہیں مگر ارباب دانش و بنیش میں جوابدہی کا یہ اصول کیا مرتبہ رکھتا ہے؟ کسی اہل قلم یا ذمہ دار اہل الرائے سے اپنے اس طریق عمل پر استصواب رائے تو کیجئے دیکھئے کیا جواب ملتا ہے۔ غرضکہ من چہ سرائم و طنبورۂ من چہ سراید۔

مزاج پرسی جناب سراج سے ہوتی ہے الحمدللہ جناب آشفتہ اور سلیم فرماتے ہیں۔ ایک غیر جانبدار اوس جواب کو کیا سمجھکر اپنی تضییع اوقات کرے جو طرفداری کے جذبہ میں لکھایا لکھایا گیا ہو۔ اور اوس میں وہ اثرات ہرگز نہوں جو اعتراضات عائد کئے جانے پر قائل کے دل و دماغ میں پیدا ہونا لازمی ہیں اور جن سے اوسکے اصلاح پذیر یا برانگیختہ ہونے کا اندازہ بھی کیا جا سکے۔ یہ نہ ادبی بحث ہے نہ علم اور فن کی شاہراہ۔ بلکہ عامیانہ اور بازاری تو تو میں میں ہے۔

سوال از ریسماں جواب از آسماں

ممکن ہے جناب سراج صاحب اس طرز عمل سے مطمئن ہوں جیسا کہ اونکی طولانی خاموشی سے واضح ہے مگر اس طریق عمل نے سچ پوچھو تو اونکی اور بھی قلعی کھولدی۔ اعتراضات کے جواب صحیح ہوتے یا غلط مگر جو کچھ بھی ہوتے وہ جناب سراج کے قلم سے ہوتے۔ بدقسمتی سے اس موقع پر اونکو طرفدار بھی ایسے ملے جو بجائے خود مجسمۂ اعتراضات تھے۔ کوئی ان حامیان ادب سے پوچھے کہ کیا آپ کے خاموش بیٹھے رہنے کیلئے کوئی گوشۂ عافیت نہ تھا جو ایسی بھری برسات میں شرابور ہونے کو قدم نکالا ہر قدم پر کیچڑ میں پاؤں پھسلا جا رہا ہے۔ دو قدم چلنے کا بھی یارا نہیں اور چلے ہیں بحر معانی کو عبور کرنے۔ خلا اس ذہنیت کی بھی لاج رکھے۔ اور کیا کہا جائے۔

تعجب ہے کہ جناب اثر لکھنوی صاحب نے اس مسئلہ خاص میں کوئی حصہ ابتک نہیں لیا جبکہ جناب سراج نے اونکی طرفداری میں بلا ارشاد کیا کچھ نہیں لکھا اور آج بھی خامہ بدست منتظر ہیں۔

آخر میں مضمون کو ختم کرتے ہوئے جناب سراج سے ایک مرتبہ پھر عرض کرونگا کہ اگر دراصل وہ سحر صاحب کے عائد کردہ اعتراضات سے اپنی شاعری کو پاک و صاف دکھانا چاہتے ہیں تو اونکو خود قلم اوٹھانا چاہیئے۔ اگر وہ خود ایسا کرنے سے مجبور ہیں جیسا کہ عام خیال ہے اور آج تک اوسکا اظہار بھی ہو چکا ہے تو بہتر صورت یہ ہے کہ مضمون خواہ کسی کا بھی ہو مگر سراج کے نام سے طبع ہو۔ اگر اس میں بھی تامل ہے تو خیر ایک تیسری اور آخری کمتریں صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر ایسے مضمون کی تصدیق اور تائید جناب سراج صاحب فرما دیا کریں جو انکی طرفداری میں اون کے حریف کے جواب میں شائع ہوا کرے تاکہ ناظرین رسالہ جناب سراج کی ذمہ داری پر کم از کم اوسے

پڑھ تو لیا کریں۔ یہاں تو اسوقت تک اسی کے لالے پڑے ہیں کہ آج تک طرفدارانِ سراج کا ایک مضمون بھی پڑھا نہیں گیا۔ کیونکہ اوس میں سراج صاحب کی ذمہ داری یا تصدیق کا کوئی پہلو نہ تھا۔ اور غیر ذمہ دارانہ افراد کے دخل در معقول کا اب زمانہ روادار نہیں۔

(انور ایرایانی۔ کانپور۔)

نوٹ:۔ میں نے نہ جناب سحر صاحب کے اعتراضات پر بحث کی ہے نہ طرفدارانِ سراج کے جوابات سے کیونکہ میں اپنے کو اوس الزام سے قطعاً محفوظ رکھنا چاہتا ہوں جو دوسروں پر خود عائد کر رہا ہوں واللہ اعلم اعتراضات اور جوابات کی اہمیت کا کیا معیار ہے یہاں مجھے صرف اس طریق عمل پر تمام و کمال اعتراض ہے جو جناب سراج نے زیر پردہ اختیار کیا ہے اور جو کسی طرح میرے نزدیک مستحسن اور قابل تعریف نہیں۔ بلکہ یہ اونکی شکست اور عجز کا کافی سے زائد ثبوت ہے۔

جام جناب سحر اور انور صاحب کے مضامین اپنی اپنی جگہ پر حق بجانب ہیں جن کا بظاہر کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ ہماری رائے میں جناب سراج صاحب کو اگر اس سے قبل نہیں تو اب متوجہ ہونے کی مجبوراً ضرورت ہے۔

(۶) معیارِ سخن

موازنہ کلام جناب منشی سید حسین صاحب ہجر بدایونی و منشی جعفر حسین صاحب بہار لکھنوی سکریٹری انجمن معین الادب و مدیر معیار لکھنو (مشاعرہ معین الادب ۱۰ مئی مطبوعہ معیار مئی سنہ ۱۹۳۰ء)

بہار سے

چشمِ خوننابہ فشاں دامنِ تر رکھتے ہیں ۔۔۔ دل وہ رکھیں کا ہی جو نالوں میں اثر رکھتے ہیں

(نثر ۱) دامن تر چشم خوننابہ فشاں رکھتے ہیں

(یہ) وہ نہیں کا دل ہی (جو) نالوں میں اثر رکھتے ہیں

(۲) (یہ) وہ نہیں کا دل ہی (جو) نالوں میں اثر رکھتے ہیں

(کیونکہ وہ) چشم خوننابہ فشاں اور دامن تر رکھتے ہیں

نثر نمبر اول غلط اور مہمل نمبر دوم محذوفات ربطی کے علاوہ ایک ردیف زائد ہونے سے ناقابل سماعت۔ معنی و مطلب وہی طوفان نوح کی رام کہانی جسکو ازل سے آج تک بیک طور سراہا گیا ہے اب سوال یہ ہے کہ جناب بہار صاحب نے ترقی اور ندرت کیا دکھائی اور بحیثیت لائق سکریٹری انجمن و مدیر معیار زبانِ شاعری اور ادب کی کونسی خدمات ایسی انجام دیں جو دوسرے نہ دیکھتے تھے اگر لائق سکریٹری ہو کر آپ نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ اسی طرح لکیر پیٹنے ... گناہ کبیرہ ہوگا جسکا کفارہ شاید آئندہ کی نسلیں نہ ادا کر سکیں۔

چشم خوننابہ فشاں اور دامن تر رکھنے والا اگر خود صاحب اثر ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے ہی اثر سے اس حالت کو پہونچنا کونسی کرامت ہے لطف تو جب تھا کہ صاحب اثر کا اثر دوسرے (معشوق) پر ہوتا اور وہ متاثر ہو کر اشکبار ہوتا۔ مگر یہاں برخلاف ہے یعنے ع:۔ اپنے ہی سوزِ غم کی لگی بد دعا مجھے۔

الغرض مضمون بالکل ناقص اور غلط ادا کیا گیا ہے۔

ہجر بدایونی سے

بیقراری کو تری مدِ نظر رکھتے ہیں ۔۔۔ ورنہ نالے تو قیامت کا اثر رکھتے ہیں

جس بات کی ضرورت بہار صاحب کے مطلع میں لازمی تھی اوسکو جناب ہجر نے اپنے مطلع میں نہایت صاف اور سادہ الفاظ میں ادا کر دیا۔ معشوق کی بیقراری کا لحاظ کر کے نالوں کو روکنا۔ آدابِ عشق کی کتنی اچھی تعلیم ہے ورنہ نالوں کے اثر کو کیا پوچھنا جو قیامت کی خبر لیتے ہیں۔ قیامت کے لفظ نے جناب ہجر کی شاعری کو بہت ... اور اسی لفظ نے شعر میں ایک خاص ...